Oriental College Magazine,
Vol.97, Issue 02, Serial No. 364, 2022

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷ شمارہ ۲
مسلسل شمارہ: ۳۶۴، سال ۲۰۲۲ء

مرآت دولت عباسی
بہاول پور کا ایک نایاب تاریخی ماخذ

عِصمت درانی، پی ایچ ڈی
ایسوسی ایٹ پروفیسر فارسی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

MIRĀT-I DAULT-I ABBASI
A RARE HISTORICAL SOURCE ON BAHAWALPUR

Ismat Durrani, PhD
Associate Professor of Persian
The Islamia University of Bahawalpur

Abstract

A rare and important Persian historical source MIRĀT-E-DAULAT-E-ABBASI by Lala Daulat Rai Gehī is first political history of Bahawalpur State. It was written on the wish of Navvab Muḥammad Bahawal Khan II. The book covers history of erstwhile Bahawalpur State, people, works and important events of the period of the said Navvab. It is commonly believed that this book is the first available historical and important document on that period. The article briefly introduces this rare document MIRĀT-I DAULAT-I ABBASI on the History of Bahawalpur.

Keywords:

Bahawalpur, Navvab Muḥammad Bahawal Khan Sani, Mirāt-i Daulat-i Abbasi, Lala Daulat Rai, Historical Source

(۱)

متحدہ ہندوستان کے اندر خود مختار ریاست بہاول پور (عہد: ۱۱۴۰ھ-۱۷۲۷ء/۱۳۶۸ھ-۱۹۴۷ء) کی سرکاری زبان، فارسی ہونے کے ناطے یہاں کے اولین تاریخی مآخذ فارسی زبان میں ہی ملتے ہیں۔ان میں سرکاری تواریخ **مرآت دولت عباسی،اقبال نامہ سعادت آیات اور تذکرۃ الخوانین، معروف بہ جواہر عباسیہ** وغیرہ قابل ذکر ہیں،جو مختلف ادوار میں نوابان ریاست کے حکم سے لکھی گئیں۔زیر نظر مقالہ اس سلسلۂ تواریخ کی پہلی کتاب **مرآت دولت عباسی** سے متعلق ہے۔ یہ کتاب ریاست بہاول پور کا اولین تاریخی ماخذ ہے،جو ریاست بہاول پور کے چوتھے نواب، جعفر خان عباسی المعروف بہ محمد بہاول خان ثانی کے عہد (۱۱۸۶ھ-۱۷۷۲ء/۱۲۲۴ھ-۱۸۰۹ء) میں،ان کے دربار کے منشی-لالہ دولت رائے گہی (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء) نے فارسی زبان میں لکھا۔کتاب میں خلافت عباسیہ کے مختلف زمانوں کی تاریخ،اور نواب محمد بہاول خان ثانی کے عہد تک والیان ریاست بہاول پور کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں۔

کتاب کے نام سے متعلق غلط فہمی کاازالہ

تعارف سے قبل مناسب رہے گا کہ کتاب کے نام کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جائے۔یہ کتاب **مرآت دولت عباسیہ** کے نام سے معروف ہے۔کتاب کے مطبوعہ نسخے،ایک قلمی نسخے،اور دیگر کئی مآخذ میں کتاب کا یہی نام لکھا ہے۔اسی لیے بہاول پور کے بیشتر محققین نے بھی اسی نام کا اعادہ کیا ہے۔لیکن چارلس ریو(Charles Rieu ۱۸۲۰-۱۹۰۲ء) نے مرآت دولت عباسی ہی لکھا ہے۔(۱)یہی نام درست ہے،کیوں کہ مولف نے خود دیباچے میں لکھا ہے:

> این صحیفہ شریفہ رابہ مرآت دولت عباسی نامی ساختم۔(۲)

اور کتاب کے نام کو ہی اس کی تاریخ تالیف: ۱۲۲۴ھ قرار دیا ہے۔(۳) **مرآت دولت عباسی** سے ۱۲۲۴، اعداد برآمد ہوتے ہیں، جب کہ مرات دولت عباسیہ کے اعداد ۱۲۲۹ بنتے ہیں،لہذا **مرآت دولت عباسی** ہی درست نام سمجھا جائے گا۔

مرآت دولت عباسی کا تعارف

ریاست بہاول پور کا یہ اولین تاریخی ماخذ تین حصوں: قسم اول، قسم دوم، اور قسم سوم، تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ ۱۲۲۴ھ /۱۸۰۹ء میں، اور دوسرا حصہ ۱۲۲۷ھ /۱۸۱۲ء میں مکمل ہوا۔ یہ دو حصے دست یاب ہیں، جب کہ تیسرے حصے کے متعلق کسی ماخذ سے کوئی اطلاع نہیں ملتی، بل کہ بیشتر محققین اس حصے کی موجودگی سے بے خبر ہیں۔ صرف **فہرست کتب لائبریری دولت خانہ عالیہ** (اشاعت: ۱۹۰۵) سے اس کے بارے میں علم ہوتا ہے، جہاں اس حصے کے ایک نسخے کا **مرآت دولت عباسیہ، قسم سوم** عنوان سے رجسٹر نمبر: ۳۷۷ کے تحت اندراج موجود ہے (۴)۔ لیکن اب یہ نسخہ بھی ناپید ہے۔

مرآت دولت عباسی کے معلوم خطی نسخوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی، لندن، فہرست، ص: ۹۰، نمبر ۸۸ [Morley]، تاریخ کتابت: ۱۲۴۷ھ /۱۸۳۱۔ ۳۲ء (۵)

۲۔ نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ،، تاریخ کتابت: ۱۲۶۲ھ /۱۸۴۶ء [Suppt.i.1774]، (۶)

۳۔ نسخہ برٹش میوزیم لائبریری، تاریخ کتابت درج نہیں۔ ۱۳ھ /۱۹عیسوی سے متعلق ہے (۷)

۴۔ نسخہ کتب خانہ سلطانی۔ حصہ اول [رجسٹر نمبر ۱۷۷] حصہ دوم [رجسٹر نمبر: ۲۷۷]، حصہ سوم [رجسٹر نمبر: ۳۷۷]۔ (۸)

کتب خانے کی فہرست کے مندرجات سے ظاہر ہے کہ یہ نسخہ کتب خانہ سلطانی، بہاول پور میں موجود تھا، لیکن نواب صادق محمد خان خامس (عہد: ۱۳۴۳ھ - ۱۹۲۴ء/۱۳۸۶ھ - ۱۹۶۶ء) کی وفات اور کتب خانے کی ورثا میں تقسیم کے بعد اب اس کے متعلق کچھ علم نہیں ہے۔

۵۔ خط نستعلیق میں کتابت شدہ قسم اول کا ایک نسخہ، جسے محمد نظام الدین نظامی، فاضل عربی و فارسی، معلم رفیق العلما مڈل سکول، صادق آباد، ضلع رحیم یار خان نے ۲۰ جولائی ۱۹۷۴ء کو مکمل کیا۔ نسخے کا عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

۶۔ خط شکستہ میں کتابت شدہ قسم دوم کا ایک نسخہ، جس کا اصل معلوم نہیں کہاں ہے، لیکن عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ نسخے کا سرورق موجود نہیں، اور متعدد صفحات دیمک زدہ ہیں، جس کی وجہ سے اس نسخے سے مکمل طور پر استفادہ ممکن نہیں۔ ظہریے پر فارسی اشعار درج ہیں اور ''غوث بخش، سکنہ کہروڑ''

لکھا ہے۔ایک فارسی عبارت لکھی ہے جس کے مطابق تاریخ عباسیہ کا یہ نصف اخیر ۳ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء کو خریدا گیااور نصف اول خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا۔اس تحریر کے نیچے کسی کا نام درج نہیں۔

مطبوعہ نسخہ

یہ کتاب **مرآت دولت عباسیہ** کے نام سے ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء میں مطبع اردو اخبار، دہلی سے ۴۷۶ صفحات میں طبع ہوئی۔قسم اول ۲۲۰ صفحات،اور قسم دوم ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔اب کم یاب ہے اور بہاول پور کے کتب خانوں میں مفقود ہے۔ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور،اور ایک مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ،بھارت میں موجود ہے۔پنجاب پبلک لائبریری کا نسخہ آخر سے ناقص ہے۔

اردو ترجمہ

محمد نظام الدین نظامی نے کتاب کی قسم اول کا اردو ترجمہ **آئینہ عباس سلطانی** نام سے کیا، جو ۲۰ جولائی ۱۹۷۴ء کو مکمل ہوا،اور نواب صادق محمد خان خامس کے صاحب زادے محمد عباس خان عباسی (۱۹۸۸-۱۹۲۴ء) کو پیش کیا گیا۔(۹) یہ ترجمہ بھی غیر مطبوعہ ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

درج بالا معلوم قلمی و مطبوعہ نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً: میرے پاس موجود قسم اول اور قسم دوم کے مخطوطات میں چند مقامات پر اختلاف نظر آتا ہے، اسی طرح متذکرہ دونوں نسخوں اور مطبوعہ نسخے میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ سی اے سٹوری (C.A.Storey ۱۸۸۸-۱۹۶۸ء) کے مطابق مطبوعہ نسخہ بھی، نسخہ برٹش میوزیم سے متنی اختلاف رکھتا ہے۔(۱۰) ہمارے پاس موجود دو خطی نسخوں: قسم اول و قسم دوم پر مشتمل دو خطی نسخوں میں سے قسم اول کے نامکمل ہونے،اور قسم دوم کے ناقص ہونے کے باعث زیر نظر مضمون کے لیے ان دونوں متذکرہ نسخوں کے علاوہ مطبوعہ نسخے سے بھی رجوع کیا گیا،اور حوالہ جات کے لیے: قسم اول،اور قسم دوم کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جب کہ مطبوعہ نسخے

کے حوالے کے لیے کتاب کا سال طباعت لکھا گیا ہے۔ چوں کہ اس کتاب کا تیسرا حصہ دست یاب نہیں، لہذا مضمون میں صرف دو حصوں کے محتویات ہی زیر بحث لائے گئے ہیں۔

مؤلف: لالہ دولت رائے گہی

مؤلف کتاب: لالہ دولت رائے گہی کا خاندان، نوابان بہاول پور کے دربار سے وابستہ رہا۔ ان کے دادا منجھی مل، نواب صادق محمد خان اول (عہد: ۱۱۴۰ھ - ۱۷۲۷ء/ ۱۱۹۵ھ -۱۷۴۶ء) کے دربار کے بااثر افراد میں شمار ہوتے تھے۔ دولت رائے نے **مرآت دولت عباسی** میں ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء کے ایک واقعہ کے ضمن میں نواب کے ہاں اپنے دادا کی قدر افزائی کا ذکر کیا ہے۔(۱۱) **تاریخ مراد**، از مراد شاہ گردیزی (۱۲۲۵ھ -۱۸۱۰ء/ ۱۱۹۰ھ - ۱۸۷۶) میں عزت رائے کو اپنی علمی لیاقت کی وجہ سے رنجیت سنگھ (۱۱۹۵ھ -۱۷۸۰ء/ ۱۲۵۵ھ -۱۸۳۹ء) کے دربار میں بہ طور سفیر بھیجے جانے کا ذکر ملتا ہے۔(۱۲) دولت رائے کے مطابق اس کے والد عزت رائے اور چچا لالہ انبرت رائے، نواب محمد مبارک خان (عہد: ۱۱۶۴ھ -۱۷۴۹ء/ ۱۱۸۶ھ -۱۷۷۲ء) کے دربار میں ملازم تھے۔(۱۳) دولت رائے کے بھائی سلامت رائے اور اس کے چچا زاد لگپت رائے کی دربار میں موجودگی کا بھی علم ہوتا ہے۔(۱۴) دولت رائے نے دربار میں بہ طور منشی خدمات انجام دیں۔ اس عہد میں ریاست کا دارالحکومت قلعہ ڈیراور تھا جس کے ''برج کگو ہا'' میں ریاست کے محکمہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کا باقاعدہ شعبہ ''دارالانشا'' نام سے قائم تھا۔(۱۵) یہاں اس دور کے نام ور عالم، منشی، کاتب اور ضروری عملہ ہمہ وقت موجود رہتا تھا۔ دولت رائے بھی منشی ہونے کے بہ موجب اسی برج میں قیام پذیر تھے۔ اس کی تصدیق مولوی محمد اعظم بہاول پوری (۱۱۶۹ھ -۱۷۸۳ء/ ۱۲۸۴ھ -۱۸۶۷ء) نے **جواہر عباسیہ** میں بھی کی ہے:

> ''لالہ مذکور در برج کگوہا بہ سلک منشیان سرکار والا معاد و سر شام ہلال رجب مرئی بود......''۔ (۱۶)

مؤلف نے خود کو اس عباسی خاندان کا ''خانہ زاد'' کہا ہے۔ اپنے والد کی جگہ نواب محمد مبارک خان، اور نواب محمد بہاول خان ثانی کے ہاں ملازمت کی اور عزت و وقار سے زندگی بسر کی۔ نواب صاحب نے دونوں کو انعام و اکرام سے نوازا، جلال آباد میں کنویں اور کثیر زرعی اراضی عطا کی۔ نواب صاحب نے

مؤلف،ان کے والد اور چچا پر جو عنایات کیں،انھوں نے **مرآت دولت عباسی** میں تحریر کی ہیں۔ بعدازیں اپنے عیال کے ہم راہ ملتان ہجرت کر گئے۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ کی آئے روز کی مہمات کے باعث انھیں وہاں سکون سے رہنا نصیب نہ ہو سکا۔ چناں چہ انھوں نے حیدر آباد میں امیران تالپور کے ہاں ملازمت اختیار کر لی۔ دس سال وہاں بسر کرنے کے بعد رخصت لے کر اپنے اہل خانہ سے ملاقات کی غرض سے ملتان آئے اور وہاں ملازم ہو گئے۔ کچھ مدت بعد دوبارہ حیدر آباد چلے گئے اور نو دس ماہ وہاں گزارے۔اس کے بعد سورت اور جودھ پور کا سفر کیا۔ وہاں سے بیکانیر کا رخ کیا۔ مہاراجہ نے انھیں بیکانیر میں رہنے کی دعوت دی، لیکن اسی اثنا میں صاحب زادہ محمد رحیم یار خان، جو بعد میں نواب محمد بہاول خان ثالث (عہد: ۱۲۴۱ھ-۱۸۲۵ء/۱۲۶۹ھ-۱۸۵۲ء) نام سے مسند نشین ہوئے، کے وفود بیکانیر پہنچے اور مؤلف کو بہاول پور واپس آنے کو کہا۔ انھوں نے اس دعوت کو نیک فال جانتے ہوئے نواب رحیم یار خان کے دربار کا رخ کیا(۱۷) اور زندگی کے باقی ایام یہیں بسر کیے۔ دولت رائے نے ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء میں وفات پائی۔(۱۸)

شعر وادب سے دل چسپی

دولت رائے کو علم و ادب سے خاص دل چسپی تھی اور وہ عربی اور فارسی کے اچھے انشاپرداز تھے۔ **مرآت دولت عباسی** کے علاوہ ان کی ایک اور تصنیف: **چار چمن** کا علم ہوتا ہے، جو ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں نواب صادق محمد خان ثانی (عہد: ۱۲۲۴ھ-۱۸۰۹ء/۱۲۴۱ھ-۱۸۲۵ء) کے دور میں لکھی گئی۔ یہ ہندوستان کی عمومی تاریخ ہے۔اس میں چار چمن اور سات بہاریں ہیں۔ پہلے تین چمنوں میں دہلی کا ذکر، ہندوؤں کے میلوں کے حالات، ان کے مقدس مقامات کا تذکرہ، راگوں اور راگنیوں پر تبصرہ اور شاعروں اور نثر نگاروں کی زندگی کے حالات ہیں۔ اولیا کے سوانح بھی ہیں اور امرائے مغلیہ کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ چوتھے چمن میں شاہان ایران اور سلطنت انگلیسیہ ہند کا بیان ہے۔ یہ کتاب بہاول پور کے کتب خانوں میں مفقود ہے، لیکن اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں محفوظ ہے۔(۱۹)

دولت رائے کو شعر و سخن سے لگاؤ تھا۔ نوابان ریاست بہاول پور کی مدح میں ان کے متعدد قصائد بھی ملتے ہیں۔ تاریخ گو بھی تھے اور مختلف مناسبتوں سے مادہ تاریخ کہے۔ مثلاً: ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء

میں نواب محمد بہاول خان ثانی کی مسند نشینی کی مناسبت سے مادہ تاریخ کہا: ''خلیفۃ اللہ''(۲۰)؛ ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں انھی کی وفات پر کہا: ''خان جنت مکین''۔(۲۱)ان کا مزید نمونہ کلام **مرآت دولت عباسی**، **جواہر عباسیہ** اور **اقبال نامہ سعادت آیات** میں دیکھا جا سکتا ہے۔چند اشعار:

طوافی کردہ در فیروز گلشن   بہ گلشن دیدم آبی صاف و روشن
چو طاؤسی عقابی بود بستہ   تدروی بر لب کوثر نشستہ
ز ہر سو کردہ بر عادت نگاہی   نظر ناگاہ بکشادم بہ ماہی
عروسی بود چون ماہی مہیا   کہ باشد جای آن ہم بر ثریا
نہ مہ آئینہ سیماب دادہ   چو ماہ نخشب از سیماب زادہ
ہمہ چشمہ ز چشم آن گل اندام   گل و بادام در گل مغز بادام
چو واصل بود او در آب گل رنگ   ہمان وَرد وہمان آب وہمان رنگ
ز ہر سو شاخ سنبل شانہ می کرد   بنفشہ بر سر گل دانہ می کرد
چو بر فرق آب می انداخت از دست   فلک از ماہ مروارید می بست
اگر زلفش غلط می کرد کاری   کہ دارم خفتہ بر ہر موی ماری
نہان باشاہ می گفت از بنا گوش   کہ مولای توام باحلقہ در گوش (۲۲)

دولت رائے کتابت میں بھی مہارت رکھتے تھے۔اس کا علم **جواہر عباسیہ** سے ہوتا ہے، جو نواب محمد بہاول خان ثالث کے دور میں لکھی گئی۔اس کا پہلا نصف حصہ منشی دولت رائے نے کتابت کیا(۲۳)؛نواب صادق محمد خان ثانی کے عہد میں خدا یار خان اچرانی متخلص بہ منعم (وفات: ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) نے ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء میں **بہا اقبال وپری چہرک** عنوان سے فارسی زبان میں ایک قصہ تصنیف کیا۔دولت رائے نے رمضان المبارک ۱۲۵۸ھ /۱۸۴۲ء میں نواب بہاول خان ثالث کے حکم پر اس قصے کو نقل کیا۔اس کا ایک نسخہ کتب خانہ سلطانی، بہاول پور میں موجود تھا۔(۲۴)

مرآت دولت عباسی کی تالیف

مولوی محمد اعظم بہاول پوری، **جواہر عباسیہ** میں کتاب کی تالیف پر دولت رائے کی ماموریت کا واقعہ لکھتے ہیں کہ سرکار کی جانب سے حافظ محمد شجاع، حکیم غلام محی الدین اور منشی دھنپت رائے کے نام نواب صاحب کے اسلاف کی تواریخ کی کتاب لکھنے کے لیے نام زد کیے گئے لیکن سب نے عذر معقول پیش کر کے معذرت کر لی جب کہ لالہ دولت رائے گہی نے نواب صاحب کے حکم کی بہ جا آوری سے اپنی قدر میں اضافہ کیا۔(۲۵)

اس تالیف سے مؤلف کا ایک مقصد اپنے نام کو زندہ رکھنا بھی تھا۔ انھوں نے دیباچے میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔(۲۶)

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، بعد ازیں وہ ملتان چلے گئے۔ وہاں فالج اور لقوہ کے امراض اور پریشانیوں نے گھیرے رکھا۔ لیکن ان کی نوشت وخواند کا سلسلہ پوشیدہ طور پر جاری رہا۔(۲۷)

حیدر آباد، ملتان، جودھ پور، سورت اور بیکانیر کے پیشہ ورانہ اسفار کی وجہ سے ان کے لکھنے پڑھنے کے مشاغل متاثر ہوئے، جس کی وجہ سے وہ ناخوش تھے۔ بالآخر بہاول پور واپسی پر نواب بہاول خان ثالث نے انھیں یہ کتاب مکمل کرنے کا حکم دیا اور مؤلف نے کبر سنی، ناطاقتی اور بیماری کے باوجود چودہ ماہ کے عرصے میں اڑتیس سال اور تین ماہ کے واقعات کو اپنے حافظے اور یادداشت کے بل پر تفصیل سے لکھا۔(۲۸)

کتاب کی تالیف میں نواب محمد بہاول خان ثالث کی معاونت

مرآت دولت عباسی کی تالیف میں نواب محمد بہاول خان ثالث کی مدد بھی شامل رہی۔ انھوں نے اس کی تکمیل کی غرض سے اپنے اجداد امجاد خلفاے عباسیہ کے حالات بہ ذات خود، **منتخب التواریخ** سے انتخاب واستنباط کر کے مصنف کے حوالے کیے کہ کتاب میں درج کیے جائیں جس کا ذکر دولت رائے نے کتاب کے مقدمے میں کیا ہے:

> ''محمد رحیم یار خان، المعروف امیر محمد بہاول خان بہادر عباسی ثالث بالخیر بہ جہت تکمیل
> این کتاب والا خطاب **مرآت دولت عباسی** کہ صورت اتمام نداشت توجہ موجہ مصروف

فرمودند وسلسلہ بہیہ خلفای عباسیۃ العالیہ اجداد امجاد خویش بذاتہ از **منتخب التواریخ** انتخاب واستنباط نمودہ حوالہ مصنف ساختند کہ در کتاب موصوف درج می نماید۔"(۲۹)

مندرجات کتاب

مؤلف نے کتاب کے مطالب کو ایک مقدمے اور تین حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ مقدمے کو "تجلی" اور ابواب کو "لمعات" کا نام دیا ہے۔(۳۰) مقدمے میں سندھ میں بنوامیہ کے لشکر کا ورود، تصرف گماشتگان بنوعباس، احوال شہادت خلیفہ مستعصم باللہ، ہجرت امیر سلطان احمد اول، دیگر آل عباس کا مصر میں دوسو بیس سال تک قیام، سلطان احمد دوم کی مصر سے سندھ نقل مکانی وغیرہ کے مندرجات شامل ہیں۔

لمعہ اول، یعنی قسم اول پانچ جمادی الثانی، ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء، چہار شنبہ، یعنی بدھ کے روز بہاول پور میں مکمل کیا گیا۔ اس حصے میں سلطان احمد دوم وامیر شاہ وغیرہ کے مناقب، ان کے ہاتھوں تسخیر سندھ کی تفصیل؛ امیر محمد صادق خان (۱۱۴۰ھ-۱۷۲۷ء/۱۱۵۹ھ-۱۷۴۶ء) کی شکار پور سے چودری [موجودہ لیاقت پور] کی جانب ہجرت، اللہ آباد شہر کی بنیاد رکھنا، قلعہ ڈیراور اور کچھی کے دیگر محلات کی فتوحات، اور محمد مبارک خان کی رحلت تک کے واقعات شامل ہیں۔ اس حصے کا آغاز یوں ہوتا ہے:

> "سپاس بی قیاس مر ذاتی راکہ احدیت لازم بہ اوست و، واحدیت واجب بدو. سلطانی کہ تخت بہجت واطلاقیت بہ او سزد۔ خاقانی کہ تاج وجود ابدیت بدو زیبد. منشور قدرتش موشح بہ توقیع "هو العلى العظيم" وفرمان عزتش مزین بہ طغرای غرّای "هو العزيز الحكيم" سبحان قادری راکہ بہ اقتضای صفات جمیلہ جوہر خاکی را از آب عنایت مآب قبول بر رو دادہ در محفل اعلٰی علیّین بر افروزد و قاہری کہ بہ تقاضای اوصاف جلیلہ جسم ناری را بہ ھوای غوایب شعلہ زد در داخلش نہادہ بہ منقل اسفل السافلین بسوزد "یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید۔"(۳۱)

لمعہ ثانی، یعنی قسم دوم ۱۲۲۷ھ /۱۸۱۲ء میں تکمیل کو پہنچا۔ یہ حصہ ۱۱۸۶ھ /۱۷۷۲ء میں وقایع جلوس نواب بہاول خان ثانی؛ وقایع سندھ تا گڑھی، جب کہ لمعہ ثالث: قلعہ دین گڑھ شرقی،

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۲، مسلسل شمارہ: ۳۶۲، سال ۲۰۲۲ء

قلعہ موج گڑھ، قلعہ اسلام گڑھ ،اور وفات نواب بہاول خان ثانی، ۱۲۲۲ھ /۱۸۰۷ء تک مشتمل ہے۔ آغاز کچھ اس طرح ہوتا ہے:

''مبارک است بہ نام توافتتاح کلام تبارک اسمک یاذالجلال والا کرام
حمد جمیلی کہ مصباح انوار جمالش شبستان افروز اعیان دارد و شکر جلیلی کہ مشکوۃ آثار جلالش ضیاافزای ......''۔(۳۲)

اس کا ترقیمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''تمت تمام شد این کتاب قسم ثانی از کتاب مرات دولت عباسی از منقولہ [منقولہ از] نسخہ دستخطی لالہ رام کشن سدانہ ولد لالہ لچھمی نرائن سدانہ، بہ دستخط فقیر پر تقصیر عاصی معاصی عبودیت گزین بندہ بھوپت رای ولد لالہ صاحب فیض بخش فیض رسان لالہ بخش لالہ...... جیو بن لالہ صاحب ولی نعمی سدار نگانی ......صاحب اودے جیو ساکن شہر ملتان بہ محلہ جرمان ؟؟؟ قریب دروازہ سری ......جیو اندرون دروازہ دہلی شہر ملتان بروز دوشنبہ بہ تاریخ سیز دہم ماہ کاتک ۱۸۰۹/۱۹۱۸ بکرمی۔''(۳۳)

سبک کتاب

کتاب کی نثر تشبیہات واستعارات سے مملو ہے۔ہندو مذہب کا پیرو کار ہونے کے باوجود مؤلف نے غالباً نواب کی خوشنودی یا برصغیر کی تالیفی روایت کے پیشِ نظر اپنی کتاب میں اسلامی تہذیب کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ حمد و نعت کے علاوہ آیات، احادیث، اقوال اور اشعار بزرگان سے استناد کیا ہے۔ بہ قول مؤلف:

''علمای فاضل دانند کہ درین زمان قحط الرجال و فقدان علم ترتیب این قسم کتاب چہ قدر بر فضیلت مصنف دلالت کند ہر آیینہ از ہر علم کہ در سیاق و سباق معاینہ ذکری بہ میان آمدہ صنایع بدایع آن را بہ چہ نوع ادا ساختہ۔''(۳۴)

مؤلف نے اس دور کے رواج کے مطابق عبارت کو مسجع و مقفع بنانے میں زور قلم صرف کیا ہے جس نے عبارت بوجھل اور طویل بنا دی ہے۔ تحریر کو مزین بنانے کے لیے جگہ جگہ اشعار کا استعمال کیا ہے۔ شیخ سعدی شیرازیؒ کے اشعار بہ کثرت نظر آتے ہیں۔ عربی عبارات، قرآنی آیات و احادیث

وغیرہ بھی ہیں۔ عبارت آرائی پر بھرپور توجہ دی ہے، جب کہ طویل القابات اور بوجھل استعارات سے بعض مقامات پر اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔ نمونہ نثر دیکھیے:

> ”علی الصباح کہ سکندر آفتاب بہ لشکر نور عالم تاب از مستقر السلطنت مشرق بابرازان تیغ لمعات برآمدہ بر تخت زمردین فلک جلوس ساخت رنگی سیاہ چہرہ بی مہر شب بعد فناعساکر ستارگان بہ انہزا شافت بہادران ہر دو معسکر کمر کینہ چست بستہ فتنہ دیرینہ رااز سر بیدار نمودند بعد کشش وکوشش راروا جی وپرخاش ومقاتلہ راروز بازاری بہم رسید در عین گیرو آویز وہنگامہ رست خیز بہ خاطر امیر خرد دقیقہ سنج رسید کہ طرفین یک وجود ویک استخوانیم دگراجزای جمعیت احدی از شیرازہ برافتد اند کی پریشانی آن بہ دیگری ہم استلزام باید۔“(۳۵)

کتاب کے مآخذ ومنابع

مؤلف نے مآخذ کے طور پر درج ذیل تواریخ سے استفادہ کیا ہے۔

۔روضۃ الصفا،تالیف محمد بن خواند شاہ بن محمود، معروف بہ میر خواند (۸۳۷ھ ۱۴۳۳ء/۹۰۴ھ۔۱۴۹۸ء)

۔منتخب التواریخ،تالیف عبدالقادر بدایونی(۹۴۸- ۱۵۴۱ء/۱۰۰۴ھ-۱۵۹۶ء)

۔نادر نامہ

۔تاریخ سندھ،تالیف میر محمد معصوم نامی بھکری(۱۰۱۹ھ/۹۴۴ء)

۔تاریخ گجرات

۔روضۃ الاحباب فی سیر النبی والآل والاصحاب (قسمت سوم)تالیف عطاء اللہ بن فضل اللہ دشتکی شیرازی ملقب بہ جمال حسینی (وفات: ۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء)

مؤلف نے لمعہ اول میں چاکر خان ابرہ کی اطلاعات سے استفادہ کیا، جب کہ لمعہ دوم میں معتبر اشخاص کی روایت کردہ معلومات کو بیان کیا ہے اور بعض چشم دید واقعات بھی ضابطہ تحریر میں لائے، جیسا کہ مقدمہ میں خود کہا ہے کہ ثقہ راویوں سے سنے ہوئے اور ان کے حضور میں حاضر ہو کر دیکھے ہوئے حالات کو چھانٹ چھانٹ کر سمجھا اور جمع کیا۔ اب اغراق تصنع اور تکلف کے بغیر لفظ بہ لفظ صحیح طور پر لکھتا ہوں:

"۔۔۔۔وجلایل معاملات و محامد عزایم آن خلیفۂ بر حق و آیینہ انوار جمال مطلق سمعاً از روات ثقات شنیدہ وعیناً در اوقات التزام رکاب دولت دیدہ و بہ تنقیح فہمیدہ و سنجیدہ است، بلااغراق تصنّع وبلاایراد تکلّف لفظ بہ لفظ قرار واقع بنوشتم۔" (۳۶)

(۲)

مرآت دولت عباسی کی اہمیت

یہ کتاب اس وقت لکھی گئی جب ریاست بہاول پور کے خدوخال تشکیل پا رہے تھے۔ گویا یہ ریاست کے ابتدائی دور کی تاریخی تفصیل کے حصول کا ذریعہ ہے۔ وہ پہلو جن سے ان کی اہمیت کو جانچا جاسکتا ہے، ذیل میں مختصراً بیان کیے جاتے ہیں:

ریاست میں رونما ہونے والے اہم تاریخی واقعات

- داؤد پوترہ عباسیوں میں سے امیر صادق محمد خان اول، سندھ کو خیر باد کہہ کر مخادیم اوچ گیلانی کی دعوت پر اوچ میں قیام پذیر ہوئے اور گورنر ملتان حیات اللہ خان المعروف شاہ نواز خان (وفات: ۱۱۱۶ھ/۱۷۴۸ء) نے ۱۷۲۸ء میں انھیں چودری کا علاقہ بہ طور جاگیر عطا کیا۔ امیر صادق خان نے چودری کو ترقی دینے کے ساتھ ساتھ یہاں سے تین میل دور ایک شہر اللہ آباد نام سے آباد کیا۔(۳۷)
- ۱۷۳۹ء میں جب نادر شاہ افشار (۱۱۴۹ھ-۱۷۳۶ء/۱۱۶۰ھ-۱۷۴۷ء) ڈیرہ اسماعیل خان اور سندھ کی مہم کے لیے نکلا تو صادق محمد خان نے اس کی اطاعت کی اور اس کے ہم رکاب رہا۔ چنان چہ نادر شاہ نے اس کے صلے میں شکار پور امیر صادق خان کے حوالے کر دیا۔ ۱۷۴۶ء میں شکار پور پر ایک حملہ کے دوران امیر صادق محمد خان جان بہ حق ہوگئے۔(۳۸)
- ۱۷۴۶ء میں محمد بہاول خان، نواب محمد بہاول خان اول نام سے تخت نشین ہوئے، اور اپنی املاک کو منظم کیا۔ متعدد شہر تعمیر کیے گئے۔ "دارالسرور بہاول پور" کے نام سے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی گئی، جسے ریاست کے مستقل دارالحکومت کی حیثیت حاصل ہوئی۔(۳۹)
- ۱۷۴۹ء میں بہاول خان اول (۱۱۵۹ھ-۱۷۴۶/۱۱۶۳ھ-۱۷۴۹) کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی محمد مبارک خان جانشین قرار پائے۔ ان کے عہد میں ریاست نے ترقی کی۔ ڈیراور، مروٹ اور کئی

شہروں کو فتح کیا گیا۔مبارک پور، سردار گڑھ کے قلعے تعمیر ہوئے۔آب پاشی کا نظام منظم ہوا،ریاست نے ترقی کی۔

- مبارک خان کی بھی کوئی اولاد نہیں تھی۔ چناں چہ ۱۷۷۲ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے جعفر خان، نواب محمد بہاول خان ثانی لقب سے تخت نشین ہوئے۔ان کا دور ہنگامہ خیز رہا۔کلہوڑوں سے مخاصمت رہی۔ دسمبر ۱۷۸۸ء میں تیمور شاہ(۱۷۷۳-۱۷۹۳) نے بہاول پور پر حملہ کیا،اور بہاول پور اور احمد پور شرقیہ کی تباہی کے علاوہ قلعہ ڈیراور اور دریا پار کے علاقے اپنے قبضے میں کر لیے۔ لیکن نواب محمد بہاول خان ثانی نے جلد ہی حالات پر قابو پاکر مکمل استحکام حاصل کر لیا۔ڈیراور حاصل کیا۔(۴۰)

- اس دور میں مقامی شورشوں نے بھی سر اٹھایا لیکن انھوں نے اپنی بہترین انتظامی صلاحیتوں کی بہ دولت آخر کار ان تمام مشکلات پر قابو پالیا۔ بہاول خان ثانی نے ۱۷۸۰ء میں وڈیرہ خیر محمد خان پرجانی کی بیٹی سے شادی کر کے خیر پور، نور نگا(نور نگا واہ سمیت) اور ۱۷۸۲ء میں احمد خان پرجانی کی بیٹی سے عقد کے ذریعے احمد پور شرقیہ، قطب واہ سمیت حاصل کیے۔ تعلقہ نور پور بھی خان محمد فیروزانی سے جہیز میں حاصل کیا، قلعہ گڑھی فتح ہوا، قلعہ ونجھروٹ اور خان گڑھ تعمیر ہوئے، وغیرہ۔(۴۱)

- دولت رائے کے مطابق اس دور میں ۱۷۷۹ء میں بہاول پور کی اسلامی حکومت اور سرپرستی علوم وفنون کی کشش کے باعث لاہور، دہلی، ڈیرہ غازی خان، ملتان اور دیگر مقامات سے متعدد اعلی گھرانے بہاول پور آئے۔ان خاندانوں کے سرکردہ ارکان کو نواب صاحب نے اعلی عہدے دیے اور ریاست میں آباد کیا۔(۴۲)

- نواب محمد بہاول خان ثانی نے دہلی کے دربار سے بھی رابطہ بڑھایا اور مغل شہنشاہ شاہ عالم ثانی (۱۱۷۳ھ-۱۷۵۹/۱۲۰۳ھ-۱۷۸۸ء) سے ۱۷۸۰ء میں رکن الدولہ نصرت جنگ اور حافظ الملک کے خطابات حاصل کیے؛۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء میں کابل کے امیر شاہ محمود (ادوار: ۱۸۰۰-۱۸۰۳ء/۱۸۰۹-۱۸۱۹ء) نے ان کو ایک بیش قیمت خلعت کے ساتھ مخلص الدولہ کے خطاب سے نوازا،۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء میں امیر شاہ محمود نے نواب محمد بہاول خان ثانی کو سکہ سازی کا اختیار دیا،اور ریاست میں دار الضرب کا قیام عمل میں لایا گیا۔(۴۳)

نوابانِ ریاست کی نجی زندگی کے متعلق معلومات کا حصول

- یہ کتاب نواب مبارک خان اور نواب محمد بہاول خان ثانی کی نجی زندگی کے بارے میں معلومات کا معتبر ذریعہ ہے جو اس دور کے عینی شاہد نے بیان کیے ہیں۔ یعنی اسے ان دونوں نوابان بالخصوص نواب بہاول خان ثانی کی مختصر سوانح حیات بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

- جعفر خان، جو بعد ازیں نواب محمد بہاول خان ثانی بنے، عین اس روز پیدا ہوئے جس دن نواب مبارک کے سب سے بڑے دشمن نور محمد کلہوڑا کی وفات کی خبر ریاست میں پہنچی۔ ان کے چچا نواب مبارک خان نے بھتیجے کی پیدائش کو مبارک خیال کیا اور انھیں گود لے لیا۔ انھوں نے اپنے چچا کی زیر سرپرستی نہایت قلیل مدت میں قران پاک حفظ کر لیا۔ گفت گو و خطابت، آداب مملکت کے قرینے اور ارباب مصلحت کے عقائد، قوانین رزم و بزم، استقامت عزم میں کمال حاصل کیا۔ انھی خصوصیات کی بنا پر مبارک خان نے انھیں اپنا ولی عہد قرار دے دیا۔(۴۴) ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی؛ نواب محمد بہاول خان ثانی کی ذہانت اور علم دوستی کا ذکر ملتا ہے۔(۴۵) ان کے مطالعہ کے شوق اور تاریخی کتب کے مطالعہ کا علم ہوتا ہے۔(۴۶) مذہبی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے مثلاً: ۱۱۹۷ھ/۸۲-۱۷۸۲ء میں نواب صاحب نے احمد پور شرقیہ میں جامع مسجد اور اس سے متصل مدرسے کی تعمیر کے لیے اپنی ذاتی اراضی کی آمدنی وقف کی۔(۴۷) اولیاے کرام سے لگاؤ اور ان کے مزارات کی زیارات وغیرہ۔(۴۸)

- نجی و خانگی زندگی کا علم ہوتا ہے مثلاً: محمد سمابہ خان فیروزانی اور محمد جام خان کی بیٹیوں سے شادی خانہ آبادی(۴۹)؛ ولی عہد ریاست، نواب صادق خان ثانی کی ولادت(۵۰)؛ پوتے، یعنی صادق خان ثانی کے ولی عہد نواب رحیم یار خان کی ولادت۔(۵۱) نواب کی شکار سے دل چسپی کا اندازہ ہوتا ہے، جو اس حد تک تھی کہ ایک مکمل باب بہ عنوان ''در بیان شرح شکار'' ملتا ہے۔(۵۲)

- یہ کتاب ''ذکر زیادتی مرض و رحلت خان صاحب جنت مکان علیہ الرحمۃ من الرحمان خدا حافظ و ناصر'' عنوان سے آخری باب پر ختم ہوتی ہے، جس میں مؤلف نواب محمد بہاول خان ثانی کی وفات کا ذکر کرتا ہے جو سوموار، ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء کو ہوئی۔ وہ تمام تر شاہی اہتمام کے ساتھ بہاول پور کے قبرستان ملوک شاہ میں نواب بہاول خان اول کے پہلو میں دفن کیے گئے۔(۵۳)

- نواب بہاول خان ثانی کے سات بیٹے تھے: واحد بخش المعروف مبارک خان، عبداللہ خان، فیض یاب خان، خدا یار خان، حاجی محمد خان، ایزد خان المعروف نصیر خان اور حافظ قادر بخش خان۔(۵۴)نواب بہاول خان ثانی اپنے ولی عہد اور بڑے صاحب زادے واحد بخش، معروف بہ مبارک خان سے ابتدا سے ہی ان کے ناپسندیدہ اعمال وافعال کی وجہ سے بد ظن رہے جن کا ذکر اس کتاب میں جا بہ جا ملتا ہے اور اسی لیے عبداللہ خان کو ولی عہد نام زد کیا، جو ان کی وفات کے بعد ''نواب صادق محمد خان ثانی'' نام سے تخت نشین ہوئے۔

تبصرہ

- نواب محمد بہاول خان ثانی کی وفات کے ساتھ ہی ایک چونیتس سالہ دور کا خاتمہ ہوا۔ یہاں پر یہ کتاب ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد کی تفصیلات کے لیے **اقبال نامہ سعادت آیات** اور **جواہر عباسیہ**، از مولوی محمد اعظم بہاول پوری سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ گویا یہ کتاب ریاست کے آغاز اور اس دور کے اہم تاریخی واقعات کا اہم ماخذ ہے۔

- مولف نے کتاب کے مطالب کو ایک مقدمے اور تین حصوں پر تقسیم کیا ہے اور مآخذ کے طور پر متعدد تواریخ سے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح نواب محمد بہاول خان ثالث کے دور میں لکھی جانے والی **جواہر عباسیہ** جو ایک مقدمے اور تین حصوں پر مشتمل ہے، اسی نہج پر لکھی گئی ہ جب کہ **اقبال نامہ سعادت آیات** کو ایک روزنامچہ، روداد یا نواب صادق محمد خان ثانی کے سترہ سالہ دور کا ملخص کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ کتاب تاریخی لحاظ سے بہت وقعت کی حامل ہے، کیوں کہ یہ ان کے درباری مؤرخ کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ اعظم نے متذکرہ بالا دونوں تواریخ کے برعکس ابواب بندی کا اہتمام نہیں کیا اور نہ ہی خلافت عباسیہ کی مختلف زمانوں کی تاریخ بیان کی۔ اگر تینوں تواریخ کا تقابل کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ترتیب کا جو ذوق اور سلیقہ **مرآت دولت عباسی** یا **جواہر عباسیہ** میں نظر آتا ہے، **اقبال نامہ سعادت آیات** اس سے عاری ہے۔ علاوہ ازیں، مسجع و مقفع عبارت آرائی اور طویل القابات نے عبارات کو بوجھل اور بے زار کن بنا دیا ہے۔

۔ مصنف نے اڑتیس سال کی تاریخ صرف چودہ ماہ کے عرصے میں لکھی۔ جیسا کہ مؤلف نے خود کہا کہ انھوں نے بہت سے واقعات اپنے حافظے کے بل پر لکھے اور سنی سنائی روایات اور ان افراد کے بیانات کو قلم بند کیا جو نوابان سے وابستہ اور دربار سے منسلک رہے۔ لہذا انھوں نے بعض واقعات کو من و عن بغیر کسی تحقیق کے لکھ ڈالا جنھیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا مثلاً: امیر چنی خان کی عمر ڈیڑھ سو سال لکھی گئی، جنھیں ایک نیل گائے کے پیٹ سے ایک نایاب موتی ملا، جس کا وزن سات مثقال تھا۔ اس موتی کی چمک خیرہ کر دینے والی تھی۔ اس موتی کو اگر بیمار کے گلے میں باندھا جاتا تو شفا پاتا اور اگر ذرا سا پیس کر زہر خوردہ افراد کو کھلا دیا جاتا تو زہر کا اثر اس کے جسم سے فوراً زائل ہو جاتا۔(۵۵) اسی طرح کے اور بہت سے واقعات۔ علاوہ ازیں، مؤلف چوں کہ اس خاندان اور دربار کا نمک خوار ہے لہذا اس کتاب کو برملا طور پر جانب داری سے تحریر کردہ درباری تاریخ نگاری کہا جا سکتا ہے۔

۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ علم بھی ہوتا ہے کہ نواب مبارک خان کے دور میں ریاست نے ترقی کی لیکن نواب کو مطلق حاکمیت حاصل نہ تھی۔ کیوں کہ کہرانی، پرجانی، اربانی، ہالانی، مندھانی معروفانی اور دیگر خوانین اپنے اپنے علاقوں پر خود مختار حکومت کر رہے تھے۔ در حقیقت ریاست متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا کنفڈریشن تھی ہر رعیت کا حکم ران ملکیتی حقوق کے علاوہ انتظامی اختیارات رکھتا تھا اور نواب کی سرداری برائے نام تھی۔(۵۶)

۔ کتاب میں درج واقعات کی رو سے نواب بہاول خان ثانی کا بہ حیثیت حاکم اگر جائزہ لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک عمدہ منتظم اور حکم ران تھے۔ اگرچہ ان کے دور کے بیشتر سال ہنگاموں کی نذر ہوئے۔ کلہوڑوں سے مخاصمت، تیمور شاہ کے حملے، اوچ کے گیلانی سجادہ نشینوں سے محاذ آرائیاں، مقامی شورشیں وغیرہ، لیکن نواب محمد بہاول خان ثانی نے اپنی بہترین انتظامی صلاحیتوں کی بہ دولت آخر کار ان تمام مشکلات پر قابو پا کر جلد ہی مکمل استحکام حاصل کر لیا۔ انھوں نے شادیاں بھی کیں تو ان کے ذریعے ریاست کو وسعت دی۔ صحیح معنوں میں ریاست کا آغاز اور اہم اداروں کی تشکیل اسی دور میں ہوئی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا دور بہاول پور کی تاریخ کا سنہرا دور تھا۔

نتیجہ گیری

مرآت دولت عباسی کو تاریخ بہاول پور کا اہم ماخذ شمار کیا جاتا ہے، جس میں خلافت عباسیہ کی مختلف زمانوں کی مسلسل تاریخ اور والیان ریاست بہاول پور کے حالات نواب محمد بہاول خان ثانی کے عہد،۱۸۰۹ء تک قلم بند کیے گئے ہیں۔اس کے بعد **اقبال نامہ سعادت آیات** نامی تاریخ لکھی گئی، جس کے مؤلف مولوی محمد اعظم بہاول پوری ہیں۔اس میں درج واقعات کا آغاز ۱۸۰۹ء میں نواب بہاول خان ثانی کی وفات سے اور اختتام ۱۸۲۵ء میں نواب صادق محمد خان ثانی کی وفات پر ہوتا ہے جب کہ **جواہر عباسیہ** جو نواب محمد بہاول خان ثالث کے دور میں لکھی گئی،نواب بہاول خان ثانی، صادق خان ثانی اور بہاول خان ثالث کے دور میں اپنے سالِ تکمیل ۱۸۳۸ء تک کے حالات و واقعات پر روشنی ڈالتی ہے۔گویا **مرآت دولت عباسی** تمام تواریخ کی بنیاد،اور خشت اول ہے جس پر ریاست کی تاریخ کی باقی عمارت استوار کی گئی۔

مرآت دولت عباسی کے بعد لکھی جانے والی تاریخوں کے مصنفین و مرتبین نے اس کے مندرجات سے ہی استفادہ کیا مثلاً: **اقبال نامہ سعادت آیات**،**جواہر عباسیہ صبح صادق**،**صادق التواریخ**،اور **بہاول پور گزیٹیر** وغیرہ کے مرتبین و مصنفین نے بھرپور طریقے سے اس تاریخ سے استفادہ کیا ہے۔ شہامت علی (۵۷)نے اپنی انگریزی زبان میں لکھی جانے والی بہاول پور کی سب سے پہلی تاریخ The State History of Bahawalpur کے لیے بھی اس سے استفادہ کیا ہے جو ۱۸۴۸ء میں لندن سے شائع ہوئی۔(۵۸)مختصر یہ کہ اگرچہ یہ کتاب، خالصتاً درباری اور سیاسی تاریخ ہے،اور تاریخ نویسی کے جملہ تقاضوں کو بھی پورا نہیں کرتی، لیکن اس کے باوجود اسے تاریخ بہاول پور اور نواب بہاول خان ثانی کے دور پر ایک تاریخی دستاویز اور مفصل مأخذ کا درجہ حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) Riue, Charles, London: Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum, 1986, v.3, part.1, p.951.

(۲) دولت رائے،لالہ،مرآت دولت عباسی،عکس مخطوطہ،قسم اول،۷۔

(۳) دولت رائے، لالہ، مرآت دولت عباسیہ، (دہلی: محمد حسین پرنٹر و پبلشر، مطبع دہلی اردو اخبار،۱۸۵۰ء)قسم اول ودوم،۲۲۰۔

(۴) فہرست کتب خانہ لائبریری دولت خانہ عالیہ، (بہاول پور: صادق الانوار پریس، ۱۹۰۵ء)،۴۰۔

(5) Riue, Charles, Catalouge of the Persian Manuscripts in the British Musuem, p.951.

(6) Storey, C.A, Persian Literature, (London, 1970), v.3, part:1, p.650.

(7) ibid, p.650.

(۸) فہرست کتب خانہ لائبریری دولت خانہ عالیہ،۴۰۔

(۹) دولت رائے،لالہ، مرآت دولت عباسی،عکس مخطوطہ،قسم اول،۲۲۱۔

(10) Storey, C.A, Persian Literature, v.3, part:1, p.650.

(۱۱) دولت رائے،لالہ،مرآت دولت عباسیہ،۱۳۷۔

(۱۲) مراد شاہ گردیزی، تاریخ مراد، عکس مخطوطہ، مملوکہ: گلزار احمد غوری، بیرون احمد پوری دروازہ، بہاول پور،ج۴،۴۔

(۱۳) دولت رائے،لالہ،مرآت دولت عباسی،عکس مخطوطہ،قسم دوم،۳۲۹۔

(۱۴) اعظم بہاول پوری، مولوی محمد(۱۸۳۸ء)،جواہر عباسیہ،نسخہ لاہور عجائب گھر،عکس مخطوطہ، مملوکہ: ڈاکٹر مسرت واجد، شعبہ فارسی،اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور،۱۵۰،۱۷۸۔

(۱۵) دولت رائے،لالہ،مرآت دولت عباسیہ،۴۶۸۔

(۱۶) اعظم بہاول پوری، مولوی محمد،جواہر عباسیہ، ۲۳۷۔

(۱۷) تفصیل کے لیے دیکھیے: دولت رائے،لالہ، مرآت دولت عباسی، عکس مخطوطہ، قسم دوم،۳۲۸-۳۳۰۔

(18) Storey, C.A, Persian Literature, v.1, part:1, pp. 59-60.

(۱۹) سید عبداللہ،ادبیات فارسی میں ہندؤں کا حصہ،(لاہور: مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء)، ۲۰۰۔

(۲۰) دولت رائے،لالہ، مرآت دولت عباسیہ،۴۔

(۲۱) ایضاً، ۳۲۵۔

(۲۲) ایضاً،۶۸-۶۹۔

(۲۳) اعظم بہاول پوری، مولوی محمد، جواہر عباسیہ، ۲۴۱۔

(۲۴) عزیز، عزیز الرحمان، بہا اقبال و پری چہرک، مشمولہ: العزیز، ماہنامہ،(بہاولپور: عزیز المطابع، مئی ۱۹۴۲ء)،۲۸۔

(۲۵) اعظم بہاول پوری، مولوی محمد، جواہر عباسیہ، ۲۰۰۔

(۲۶) دولت رائے،لالہ،مرآت دولت عباسی،عکس مخطوطہ، قسم اول،۵-۶

(۲۷) ایضاً،۳۳۲۔

(۲۸) ایضاً،۳۳۲۔

(۲۹) ایضاً،۱۷۔

(۳۰) ایضاً،۸۔

(۳۱) ایضاً،۱۰۔

(۳۲) ایضاً،قسم دوم،۱۰۔

(۳۳) ایضاً،۳۳۳۔

(۳۴) ایضاً،۳۳۲۔

(۳۵) ایضاً،۱۶۲-۱۶۱۔

(۳۶) ایضاً،قسم اول،۷۔

(۳۷) دولت رائے،لالہ،مرآت دولت عباسیہ، ۱۲۸۔

(۳۸) ایضاً، ۱۵۱۔

(۳۹) ایضاً، ۱۵۸۔

(۴۰) ایضاً،۱۳۸۔

(۴۱) ایضاً،۲۵۹،۲۵۶،۲۴۲ ۔

(۴۲) دولت رائے،لالہ، مرآت دولت عباسی،عکس مخطوطہ،قسم دوم،۲۲۴۔

(۴۳) ایضاً،۲۱۳۔

(۴۴) ایضاً،عکس مخطوطہ، قسم اول،۲۱۳۔

(۴۵) ایضاً،۵۔

(۴۶) دولت رائے،لالہ،مرآت دولت عباسیہ،۴۷۴۔

(۴۷) ایضاً،۲۶۲۔

(۴۸) ایضاً،۳۰۸،۲۳۲۔

(۴۹) ایضاً،۲۰۹،۲۷۲۔

(۵۰) ایضاً،۲۴۶۔

(۵۱) ایضاً،۲۸۵۔

(۵۲) ایضاً،۲۴۰۔

(۵۳) ایضاً،۳۲۵۔

(۵۴) ایضاً،۴۷۴۔

(۵۵) دولت رائے،لالہ،مرات دولت عباسی،عکس مخطوطہ،قسم اول،۱۰۔

(۵۶) ملک محمد دین،گزیٹئر آف بہاول پور سٹیٹ ،۱۹۰۴، مترجمہ: یاسر جواد،(لاہور: الفیصل، ۲۰۱۳ء)،۷۵۔

(57) Shahamat ‘Ali, (1948), The History of Bahawalpur State, James Madden, 8, Leaden Hall Street, London.
Reprinted by Sang-i Meel Publication Lahore 2012

(58) ibid.

REFERENCES

(1) Riue, Charles, London: Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum, 1986, v.3, part:1, p.951.

(2) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsi, MS., part:1, p.7.

(3) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsia, (Dehli: Muḥammad Ḥussain Printer & Publisher,1850), part: 1-2, p.220.

(4) Fehrist-i Kutub Khāna-i Aāliya, (Bahawalpur, Sadiq al-Anāwr Press, 1905), p.40.

(5) Riue, Charles, Catalouge of the Persian Manuscripts in the British Musuem, p.951.

(6) Storey, C.A, Persian Literature, (London, 1970), v.3, part:1, p.650.

(7) ibid, p.650.

(8) Fehrist-i Kutub Khāna-i Aālia, p.40.

(9) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsi, MS., part:1, p.221.
(10) Storey, C.A (1970), Persian Literature, v.3, part:1, p.650.
(11) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsia, p.137.
(12) Murād Shah Gardezī, Tārīkh-i Murād, MS., v.4, p.4.
(13) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsi, MS., part:2, p.329.
(14) ‘Aaẑam Bahawlpuri, Maulavi Muḥammad (1938), Javāhir-i Abbāsiya, MS., Lahore Museum, pp.178-150.
(15) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsia, p.468.
(16) ‘Aaẑam Bahawlpuri, Maulavi Muḥammad, Javāhir-i Abbāsiya, p. 237.
(17) For detail: Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsi, MS., part: 2, pp.328-330.
(18) Storey, C.A, Persian Literature, v.1, part:1, pp. 59-60.
(19) ‘Abdullah, Sayyid , Adabiyāt-i Fārsi me̱n Ḥindūo̱n ka Ḥissā, Majlis-i Tarraqi-i Adab, Lahore, p.200.
(20) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsi, p.4.
(21) ibid, p.325.
(22) ibid, pp.68-69.
(23) ‘Aaẑam Bahawlpuri, Maulavi Muḥammad, Javāhir-i Abbāsiya, p.241
(24) ‘Azīz, Azīiz al-Raḥmān “Baha Iqbal-o-Parī Chehrak’’, Al-Aziz (Bahawalpur: Monthly, May 1942), p.28
(25) ‘Aazam Bahawlpuri, Maulavi Muḥammad, Javāhir-i Abbāsiya, p.200
(26) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Daulat-i Abbāsi, MS., part:1, pp.5-6.
(27) ibid, p.332.
(28) ibid, p. 332.
(29) ibid, p. 17.
(30) ibid, p.8.
(31) ibid, p.10.
(32) ibid, part: 2, p.10.
(33) ibid, p.333.
(34) ibid, p.334.
(35) ibid, pp.161-162.
(36) ibid, part: 1, p.7.
(37) Daulat Rai, Lala, Mir’āt-i Dolat-i Abbāsia, p.128.

(38) ibid, p.151.
(39) ibid, p.157.
(40) ibid, p.138.
(41) ibid, pp. 259,256,242.
(42) Daulat Rai, Lala, Mir'āt-i Dolat-i Abbāsi, MS., part:2, p.224.
(43) ibid, p.213.
(44) ibid, MS., part:1, p. 213.
(45) ibid, p. 5.
(46) Daulat Rai, Lala, Mir'āt-i Daulat-i Abbāsia, p.474.
(47) ibid, p.262.
(48) ibid, pp.232, 308.
(49) ibid, pp. 209, 272.
(50) ibid, p. 246.
(51) ibid, p. 285.
(52) ibid, p. 240.
(53) ibid, p. 325.
(54) ibid, p. 474.
(55) Daulat Rai, Lala, Mir'āt-i Daulat-i Abbāsi, MS., part:1, p.10.
(56) Muḥammad Dīn, Malik, Gazetteer of Bahawalpur State, 1904, trans. Yasir Javād, (Lahore: Al-Faisal, 2013), p.75.
(57) Shahamat 'Ali, (1948), The History of Bahawalpur State, James Madden, 8, Leaden Hall Street, London.
Reprinted by Sang-i Meel Publications, Lahore, 2012.
(58) ibid.

❖❖❖